

کلام اقبال میں احترام انسانیت کا درس

محمد ریاض

برتر از گردون مقام آدم است اصل تہذیب احترام آدم است
آدمیت احترام آدمی باخبر شو از مقام آدمی (۱)

علامہ اقبال کے کلام اور نظام افکار کی ایک نمایاں خصوصیت انسانیت کی تکریم و تحریر کا درس ہے۔ اس خصوصیت نے اقبال کو ایک عالمی اور آفاقی شاعر بنا دیا ہے۔ عربی، فارسی اور اردو کے کئی شعراء کے کلام میں اس موضوع پر بعض اشعار مل جاتے ہیں۔ جن شعراء کا موضوع تصوف و اخلاق رہا انہوں نے مکارم انسانیت اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے بارے میں پند و نصائح کے دفتر کھول دیئے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے جس انداز سے انسانی عظمت و احترام کے راگ کو الپا، وہ ان کی انفرادیت کا مظہر ہے اور ہر سلک و مشرب کا شخص احترام انسانیت کے بارے میں اقبال کی لے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس ضمن میں قرآن مجید کی تعلیمات شاعر مشرق کے لئے هادی اور مولانا محمد جلال الدین روی (م ۵۶۲) کا درس عشق ان کا راہنمہ رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عبدالکریم جیلی کا انسان کامل، روی کا خاص انسان اور اقبال کا مرد مومن قرآن مجید کی تعلیمات سے ہی ماخوذ ہے، اور عام انسانیت کے علو و احترام کا درس دینا اگرچہ تقاضائی اسلام ہے مگر اقبالیات میں اس کا موضوع خاص ہے۔

قرآن مجید اور مقام انسانیت :

اسلام نے حضرت خاتم النبین ص کے توسط سے عالم انسانی کو عظمت

انسانیت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے۔ یہاں ہم دنیا کے دیگر اہم ادیان کے تصور انسانی کا خلاصہ پیش کرنے سے قبل انسانی احترام و عظمت کے موضوع پر قرآن مجید کی چند آیات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ان اشارات میں اخوت، مساوات، حریت اور ذمہ دارانہ انداز فکر کے لئے راہنمایاں اصول نمایاں طور پر دیکھئے جا سکتے ہیں :

ا۔ انسان دنیا میں خدائی تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اس کی غایت تخلیق خلافت و نیابت ارضی ہے۔ حقائق اشیاء کے علم میں اسے فرشتوں پر برتری حاصل ہے اور اسی خاطر فرشتے اس کی عظمت کے آگے سرسبجود ہو گئے۔ ابلیس نے اس کی عظمت کا اعتراف نہ کیا اور دربار باری تعالیٰ سے دور بھکادیا گیا۔ (۳۰ : ۲)

ب۔ حضرت آدم نے جنت میں ممنوعہ پہل کھا لیا اور اس کی پاداش میں آپ زمین پر اتار دئے گئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شرمیاری دیکھتے ہوئے توبہ کے کلمات سکھائے، ان کی توبہ کو شرف قبولیت بخشنا اور انہیں اپنا برگزیدہ قرار دیا۔ (۳۶ : ۲)

ج۔ انسان کی زندگی با مقصد ہے (۱۱۵ : ۲۳)۔ جو لوگ علاقہ دنیوی اور حقوق و فرائض کے امتحان میں پورے اترے، کامیاب و کامران وہی ہیں۔ (۱ : ۲ اور الملک)

د۔ انسان صاحب خودی و ارادہ ہے : یا یا الذین آمنوا علیکم انفسکم ج لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم ط (۱۰۰ : ۵)۔ خدائی تعالیٰ نے اپنی روح پھونک کر انسان کو گویائی، شنوائی اور یعنائی کی قوتیں عطا فرمائیں۔ (۳۲ : ۹) اور اگرچہ انفرادی شرف کا انحصار تقوی پر ہے (۹۱ : ۱۳، ۲۹ : ۱۰ - ۹) مگر بحیثیت انسان اسے اکثر مخلوق پر شرف و فضیلت حاصل ہے (۷۰ : ۱۷)۔ انسانی نیت اور ارادہ اہم اور قابل محاسبہ ہے (۲۲۰ : ۲)

۵۔ انسان ایک ذمہ دار ہستی ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی وہ ”اڑی امانت“، الہانے کی ہمت کرلی ہے جسے بڑے سے بڑے پھاڑ، زین اور آسمان الہانے سے قادر رہے (۳۳: ۷۲)۔ انسان انفرادی طور پر اپنے اعمال کا جواب دے ہے اور کسی ایک کے گناہ کا دوسرا سے مواخذه نہ ہوگا۔ (۱۵: ۱۹، ۹۰: ۳۹، ۳۱: ۵۳ اور ۳۸: ۳۸)۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا صلہ ملنے گا۔ (۳۰: ۳۰ - ۳۳: ۳۰ - ۳۵)

۶۔ خدا نے کائنات کی ہر چیز انسان کی مطیع و مسخر بنائی ہے اس لئے اسے ترک دنیا کرنے کے بجائے دنیا کی معنوی قوتوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔

(۱۳: ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۲۲: ۲۲ - ۷: ۲۲)

۷۔ انسان کو اس کی کوششوں کا صلہ ضرور ملتا ہے اور کوشش میں ہی اس کی کامیابی کا راز مضمیر ہے (۵۳: ۳۹ - ۲۲)۔

۸۔ انسان کی زندگی ایک وحدت ہے۔ حرکت اور جہاد سے زندگی کو قوت ملتی ہے (۷۸: ۲۲)

۹۔ ہر معاملے پر غور و فکر کرنا اور ذاتی اجتماعی محاسبے پر نظر رکھنا ترقی کا پیش خیمه ہے (۳: ۲۰، ۱۳: ۲۵ - ۷۳: ۳)۔

۱۰۔ اپنی اور معاشرے کی حالت بدلتا اولین فرصت میں انسان کی ذمہداری ہے۔ اگر وہ نیک نیتی سے ایسا کرے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کا سزا وار بنے گا (۱۱: ۱۱)۔ اسی آیۃ مبارکہ کے حوالے سے اقبال نے لکھا ہے:

”..... اقوام مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہئے کہ زندگی اپنے ماحول میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کرتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گھرائیوں میں انقلاب نہ جاگزیں ہو (اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں مشکل نہ ہو)۔ فطرت کا اٹل قانون جس کو قرآن نے ’ان الله لا يغير ما بقوم‘

حتی یغیروا ما بانقصهم، کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے، زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں چہلاؤں پر حاوی ہے، . . . (۲)

ک۔ انسان اپنی جیلت اور مرتبہ کے لحاظ سے بہترین مخلوق ہوتے ہوئے اگر اخلاق فاضلہ اور انسانی خوبی سے عاری ہو تو وہ ادنیٰ مخلوق سے بھی کمتر سمجھا جا سکتا ہے۔ غرض اپنے عمل و کردار کو سنوارنا انسان کے لئے بے حد ضروری ہے۔ (۹۰: ۹۰) - جلال الدین دوانی شیرازی (م ۹۸ هجری) نے "اخلاق جلالی" میں اسی مناسبت سے لکھا ہے:-

آدمی زادہ طرفہ معجون است۔ از فرشته سرشته و ز حیوان
گر کند میل این شود بد ازین۔ ور کند قصد آن شود به ازان

مندرجہ بالا آیات اس امر کی مظہر ہیں کہ دین فطرت نے انسان کے مقام و مرتبہ کو افراط و تفریط سے پاک رکھا ہے۔ اب اس کے مقابل دیگر مذاہب کی تعلیمات کے چند نکات پر نگاہ ڈالیں اور خود اندازہ کریں کہ اقبال کا یہ بیان کس قدر درست ہے کہ:

نَاكِسٌ وَ نَابُودٌ مَنْدٌ وَ زَيْرٌ دَسْتٌ	بُودَ انسان در جهان انسان پرست
بَنْدٌ هَا در دَسْتٌ وَ پَا وَ گَرْدَنْشٌ	سَطْوَتَ كَسْرَى وَ قِيسَرَ رَهْزَنْشَ
بَهْرَ يَكَ نَعْجَيْرَ صَدَ نَعْجَيْرَ گَيْرَ	كَاهْنَ وَ پَآپَا وَ سَلْطَانَ وَ اَمِيرَ
بَهْرَ اَيْنَ صَيْدَ زَيْوَنَ دَامِي بَدوْشَ	دَرَ كَلِيسَا اَسْقَفَ رَضْوَانَ فَرَوْشَ
بَرْهَمَنْ گَلَ از خَيَابَانَشَ بَيرَدَ	
بَنْدَگَانَ رَا مَسْنَدَ خَاقَانَ سَپَرَدَ	تَا اَمِينَى حَقَ بَحْقَدَارَانَ سَپَرَدَ
زَادَنَ اوْ مَرْگَ آتشَ خَانَهَ وَ دَيْرَ وَ شَمَنَ	
اَيْنَ مَشِى نَوْشَينَ چَكِيدَ از تَاكَ اوْ	

نقش نو بر صفحہ هستی کشید امت گتی گثائی آفرید
امتی از ما سوا بیکانہ بر چراغِ مصطفیٰ پروانہ۔ (۲)

ادیان عالم کا تصور انسانی :

ادیان عالم کے سلسلے میں ہم هندو مت، بدھ مت، زر تشیت، یہودیت
اور عیسائیت کے تصور انسانی کی طرف اجمالی اشارے کریں گے:

ا۔ هندو مت (برہمنی مذہب) کی انسانوی تاریخ تقریباً ۲۰۰۰ ق.م
سے آغاز پذیر ہے۔ اس مذہب میں دختر کشی (قدیم عربوں کی مانند) اور سنتی
جیسی ہولناک وسوم قدیم ایام سے متداول ہیں۔ انسانی خون کی ارزانی سے
خود ساختہ دیوتاؤں کی خاطر قربانیاں ہوتی رہیں۔ عورتیں چونکہ مقدس
وید پڑھنے سے محروم تھیں اس لئے وہ ان قربانیوں کی رسوم میں شریک نہیں
ہو سکتی تھیں۔ اس مذہب میں ذات پات کی تقسیم اور مظاہر فطرت کی پرستش
کی رسوم مذہبی طبقے میں اب بھی جوں توں باقی ہیں۔ هندو مت کی رو سے
انسانی روح بدن میں مقید اور بیتلائے عذاب ہے اور اس کی مکتبی (نجات)
اس میں ہے کہ بدن سے رستگاری حاصل کرے۔ مگر بدن سے رہائی پانے
کے بعد روح، تناسخ اور آواگوں کے ایک لامتناہی چکر میں پہنسی رہے گی۔
اس لئے جوگ اور ترک دنیا کے عمل کو روح کی آسائش کا موجب سمجھا
جاتا رہا ہے۔

ب۔ بدھ مت۔ گوتوم بدھ کے مذہب کے آغاز کا زمانہ ایک اندازے کے
مطابق چھٹی صدی ق.م ہے۔ اس مذہب میں بھی انسان کی نجات کی راہ
زندگی سے فرار میں بتأئی گئی ہے۔ گوتوم بدھ کی نیم تاریخی شخصیت بھی
منفی اور خود کو فنا کرنے اور نفس کشی کے اعمال کی مؤید رہی ہے۔
بدھ مت میں خودی کا شعور اور خود آگاہی روحانی آلام و مصائب کا پیش

خیمه اور باعث گمراہی ہے۔ ظاہر ہے کہ منفی تصوف بدھ مت کے عقائد سے اثر پزیر رہا ہے۔

ج۔ زر تشیت یا مجوسیت۔ زرتشت کا دور حیات ۸۰۰۰ سے ۱۵۰۰ ق۔م تک مختلف فیہ رہا ہے۔ اس کی تحریر اور گفتار کے جو مجموعہ اس دور تک پہنچے ہیں وہ وحدانیت کی تعلیم کے حامی ہیں مگر نور و ظلمت، خیر و شر اور یزدان و اهرمن کی بعثت سے ایک خاص قسم کی ثنویت کی تعلیم پر زور ہے۔ ایک دوسرے ایرانی مذہب مانویت میں بھی یہ ثنویت اسی طرح دیکھی جاسکتی ہے زرتشت کے پیرو زرتشتی مجوس یا پارسی کہلاتے ہیں اور ابوی و عباسی دربار خلافت میں ایرانیوں کے اثر و نفوذ کے دوران مسلمانوں نے انہیں اہل کتاب مانا مگر اختلاف کی بنا پر یہ فیصلہ جلد ہی بدل دیا گیا۔ ”ثنویت“ کی بنا پر یہ مذہب انسان کی متصادم قوتون کا آئندہ دار اور ”نیم شخصیتی“، تعلیم کا علم بردار ہے۔ اس مذہب میں صفت نازک کے حقوق سے اخراج کیا گیا ہے۔ اسلام کا خدا سارے عوام کا پروردگار ہے (رب العلمین)، جبکہ زرتشتیت میں یزدان و اهرمن تخلیق کردہ دو جدا گانہ عالم نظر آتے ہیں۔ اسلام میں شر پر غلبہ پانے کی تلقین ہے جبکہ زرتشت کی تعلیمات میں خیر و شر کی آویزش کی حکمت کے بارے میں خاموشی نظر آتی ہے۔

د۔ یہودیت اور عیسائیت۔ یوں تو یہود یا بنی اسرائیل کئی انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں مگر ان کا مذہب توریت پر مبنی اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے منسوب ہے۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ روح اللہ سے کوئی سولہ سو برس پہلے گذرے ہیں (وفات ۱۵۷۱ ق۔م)۔

یہودیت اور عیسائیت کی تعلیمات وحی الہی پر مبنی ہیں (بالترتیب توریت اور العیل پر) اور ان مذاہب کے پیروووں (اہل کتاب) کے ساتھ مسلمانوں کو بعض خصوصی روابط رکھنے کی اجازت حاصل ہے۔ ان کے باوجود قرآن

حکیم میں کئی بار آیا ہے کہ یہود و نصاری (عیسائیوں) نے وحی الہی کے متون میں من مانی تعریفات کر کے اپنے اپنے دین کے چہرے کو مسخ کر دیا اور بعض مشرکانہ عقائد اپنا لئے ہیں مثلاً: یہود کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ کا ان کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اور ان کے گناہ بے اثر رہتے ہیں۔ اپنے بے گناہی کے بارے میں عیسائی علماء کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ نے مصلوب ہو کر ان کے جملہ گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ مقدم الذکر مذہب میں حضرت عزیر اور بوخر الذکر میں حضرت عیسیٰ کو خدا کا فرزند بتایا گیا ہے (نعود بالله) یہ دونوں مذاہب اب سیدھے سادے اعمال کے بجائے ایسے فلسفیانہ عقائد کا گورکھ دھندا بن گئے ہیں جن کا کوئی تعلق عمل زندگی سے نظر نہیں آتا۔ ان میں رہبانیت اور مادیت کی تعلیم اس شدت سے سماں ہوئی ہے کہ یاتو آدمی ترک دنیا کر دے یا بندہ دنیا بن جائے۔ مدتون سے دین و عقیدہ کو انسانی زندگی کا ذاتی معاملہ قرار دے دیا گیا ہے۔ اسرائیل اور مغربی سالک میں لادینی نظام برپا ہے جس میں مذہب و سیاست کی کامل تفہیق کر دی گئی ہے۔ مگر اسلامی تعلیمات کی رو سے دین و سیاست ایک ہیں۔ حقوق العباد بعض اعتبارات سے حقوق اللہ پر مقدم ہیں اور چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن نی قماش و نقدہ و فرزند و زن

(روضی)

طریقت بجز خدمت خلق نیست به تسپیح و سجادہ و دلق نیست

(سعدی)

مولانا روم کا نصب العین آدم :

مولانا جلال الدین محمد روپی، اقبال کے محبوب مرشد اور معنوی پیشوں ہیں۔ اس موضوع پر کافی لکھا جا چکا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث رسول کے بعد روپی کی تصانیف دیگر جملہ مصنفوں کی کتب سے کہیں زیادہ علامہ مرحوم کے نظام افکار پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں:

نصیبی بودم از قاب و تب او شیم مانند روز از کوکب او
غزالی در بیان حرم یعنی که ویزد خنده شیر از لب او
بروی من در دل باز کردند ز خاک من جهانی ساز کردند
ز فیض او گرفتم اعتباری که با من ماه والجم ساز کردند (۴)

مولانا رومی نے اپنی عظیم مشنوی اور دیوان کبیر (دیوان شمس تبریزی) میں اہم مسائل کو کلامی اور تمثیلی انداز میں بیان فرمایا۔ ان کے موضوعات میں انسانی عظمت و احترام کے مختلف پہلو بھی شامل ہیں۔ رومی کا نصیب العینی آدم عام انسان نہیں۔ وہ نور نبوت سے مستنیر اور پرتو صفات و ذات سے ضیاء گیر ہے۔ وہ یونانی درویش فلسفی دیو جانس کلبی کی مانند دن دھاڑنے کھومنے والے ایسے چراغ بست شیوخ کا ہمنوا بنتے ہیں جو شہر و آبادی میں امن خاص آدمی کی تلاش میں لگتے رہتے ہیں جو پاسانی دست یاب نہیں ہے۔

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شهر کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
زین همرہاں سست عناصر دلم گرفت شیر خدا و رستم دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جسته ایم ما گفت آنکہ یافت می نشود آن آرزوست (۵)

اقبال نے مولانائے روم کی غزل کے منقولہ بالا اشعار کو مشنوی اسرار خودی کا سر عنوان بنایا اور کوئی پندرہ برس بعد ان اشعار کو بعض دیگر اشعار کے اضافے کے ساتھ انہیں جاوید نامے میں جگہ دی ہے (۶)۔ اس سے ظاهر ہے کہ رومی کے انسان اور اقبال کے صاحب خودی مرد مون کے اوصاف مشترک ہیں۔ ہم چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۴) ارمان حجاز، ص ۱۰۵ - ۱۰۷

(۵) غزلوں کے اشعار استاد بدیع الزبان فروز انقر مرحوم کے تصحیح کردہ دیوان سے ماخوذ ہیں اور مشنوی رومی بتتصحیح آنجهانی نکلسن پیش نظر ہے۔

(۶) کتاب مذکور، ص ۱۲

روسی : بزیر کنگره کبریاں مردانند فرشته صید و پیغمبر شکار و یزدان گیر
 اقبال : در دشت جنون من جیریل زیوں صیدی یزدان بکمند آور ای همت مردانه
 روسی : ما ز فلک بر تریم و ز ملک افزون تریم زین دو چرا نگذیم منزل ما کبریاست
 اقبال : شعله در گیر زد بر خس و خاشاک من مرشد رویی که گفت "منزل ما کبریاست
 اور : مرد مومن در نسازد با صفات مصطفیٰ راضی نشد الا بذات
 یا : میری نوائی شوق سے سور حريم ذات میں

غلله هائے الامان بتکله صفات میں

روسی شاعر عشق ہیں اور اقبال بھی ان کا ہنوا ہے۔ یہاں عشق ادنی کو اعلیٰ کی طرف کھینچنے کا نام ہے۔ اس سے مراد خالق کل شئی سے حقیقی اولکانا اور تخلقا باخلاق انتہ کا نمونہ بنتا ہے۔ روسی فرماتے ہیں -

عشق زنده در روان و در بصر هر دمی باشد ز غنچہ تازه تر
 سایہ یزدان بود مرد خدا مردہ او زین عالم و زنده خدا
 گر بصورت آدمی انسان بدی احمدص و بوجہل خود یکسان بدی
 ظاهرش را پشمہ ای آرد بچرخ باطنش آمد محیط هفت چرخ
 عشق آن زنده گزین کو باقی است کز شراب جان فرازیت ساقی است
 عقل در شرح چوخر در گل بخت شرح عشق و عاشقی هم عشق گفت

اقبال کے ہاں عشق اور اوصاف عشق کے بارے میں سینکڑوں اشعار ہیں اور اس معاملے میں آپ مولانا روم کے مثیل ہیں۔ روسی کی توصیف میں خود فرماتے ہیں -

گرہ از کار این ناکاره وا کرد غبار رهگزر را کیمیا کرد
 نتی آن نی نوازی پاکبازی مرا با عشق و مستی آشنا کرد (۷)

ارتقائے انسانی اور نسل حیات کے بارے میں دونوں کے افکار اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بکسان ہیں مثلاً:

رومی: کدام دانہ فرو رفت در زمین کہ نہ رست

چرا به دانہ انسانت این گمان باشد؟

ہستی اندر نیستی بتوان نمود مال داران بر فقیر آرند جود

اقبال: یک بربخود گشا چوں دانہ چشمی کہ از زیر زمین نخلی برآئی
تواسے پیمانہ امر، وزو فرداسے نہناب جاوداں، پیغمدوان، هردم جوان ہے زندگی

زندگی جوی روان است و روان خواهد بود

ایں مئی کہنہ جوان است و جوان خواهد بود

نظم ”زندگی“، میں آپ کسی فلسفی سے اپنی گفتگو کا ذکر فرمائے ہیں کہ:

کفتم کہ خاکی است و بخارکش ہمی دھنہ

گفتا چو دانہ خاک شکافد گل تراست

جب و اختیار کا نظریہ انسانی شخصیت پر بے حد اثرانداز ہوتا ہے۔

مولانا روم کو اس مسئلے سے خاص دلچسپی تھی اور انہوں نے بڑی دل چسپ

مثالوں سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ”الایمان بین الجبر والاختیار،“

اس ضمن میں دفتر اول کی ”شیرو نخچیران“، والی حکایت کی طرف اشارہ کر دینا

کافی نظر آتا ہے۔ اقبال انسانی محبوروں اور محدود اختیارات کے قائل ہیں مگر

وہ انسانی خودی اور ارادے کی وسعتوں کے انتہاک مبلغ ہوتے ہوئے قدر و اختیار

اور تقدیرات الہی کے تعدد پر ایمان رکھنے کا درس دیتے ہیں۔ تقدیر موبنوں

کے عزم و ارادے سے ہم آہنگ رہتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موسیٰ

احکام الہی کا پابند ہے۔

مرد موسیٰ با خدا دارد نیاز ”با تو ما سازیم تو با ما بساز،“

گر ز یک تقدیر خون گردد جگر خواه از حق حکم تقدیر دگر
تو اگر تقدیر نو خواهی رو است زانکه تقدیرات حق لا انتها است
شینی؟ افقادگی تقدیر تست

قلزی؟ پابندگی تقدیر تست - (۸)

خودی کو کر بلند اتنا کہ هر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھئ بتا تیری رضا کیا ہے (۹)
پابندی تقدیر کہ پابندی احکام؟

یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خرد مند

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات مومن فقط احکام الہی کا ہے پابند (۱۰)
ترے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے؟

خودی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے؟

عبث ہے شکوہ تقدیر بزدان تو خود تقدیر بزدان کیوں نہیں ہے؟ (۱۱)
متذکرہ بالا اسور انسانی عظمت و احترام سے مربوط ہیں اور رومی و اقبان
کے ہاں خاص طور پر مشترک ہیں۔

احرام انسانیت اور اقبال کے خاص مضامین:

اقبال نے ہبوط آدم علیہ اسلام کے واقعے کو کئی مقام میں شعور و ارتقائے
انسانی سے تعبیر کیا ہے۔ وہ آدم و حوا کے دانہ ممنوعہ کھانے کے واقعہ کو خطأ
و تجربہ کا عمل قرار دیتے ہیں اور اپنے تیسرے انگریزی خطبے میں فرماتے
ہیں کہ (۱۲) کہ اس تجربہ کے نتیجہ میں آدم اپنے وجود کے قویٰ کے بارے
میں باشعور ہوا۔ آپ کا ایک مشہور شعر ہے۔

(۸) جاوید نامہ، ص ۱۲۳

(۹) بال جیریل، ص ۸۱

(۱۰) ضرب کلم، ص ۶۲

(۱۱) اریمان حجازی، ص ۲۰۲

The Reconstruction... pp 85-87 (۱۲)

لگ نہ میری طبیعت ریاضن جنت میں
پا شعور کا جب جام آتشیں بیں نے (۱۳)

فرماتے ہیں کہ انسان بے شک، تسبیح خوان کم اور فرشتوں کے بقول خود ریزی کا شیدا ہے مگر غیر معمولی جدت دکھانا اور جنگلوں یا صحراؤں کو گل و گلزار بنانا بھی تو اسی کا کام ہے۔ عالم جماد ہو یا عالم نبات، جہان جنات ہو کہ عالم فرشتگان، ان کے اعمال میں جمود اور طبیعت بیں امنگ کا قدان ہے۔ عظمت آدم اور فرشتوں پر انسان کے تصرف کا بیان اقبال کے متعدد اشعار میں نظر آتا ہے، بعض اشعار میں اقبال نے کائنات کے حسن و آبادی میں اضافی کی خاطر انسانوں کی شبائی روز کوششوں کو خاص طور پر سراہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم ملکوت جذب و مستی، ذوق هجران جیسے زبان و مکان کے اوصاف سے محروم ہے۔ یہ اوصاف تو انسان کے ساتھ مخصوص ہیں:

عروج آدم خاکی سے النجم سہی جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے
قصور وار غریب الدیار ہوں لیکن ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد
نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی
تن آسان عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولی
بگو جبریل را از من پیامی ترا آن پیکر خاک ندادند
ولی تاب و تب ما خاکیاں بین به نوری ذوق مہجوری ندادند (۱۴)

بزیان خدا :

جهان را زیک آب و گل آفریدم تو ایران و تاتار و زنگ آفریدی

(۱۳) بانگدرا، ص ۸۰۔

(۱۴) اشعار بالترتیب بال جبریل پام مشرق زبور عجم اور جاویدنامہ کے ہیں۔

من از خاک پولاد ناب آفریدم تو شمشیر و تیرو تفنگ آفریدم
تبر آفریدی نهال چمن را قفس ساختی طائر نعمه زن را

بزبان انسان :

تو شب آفریدی چراغ آفریدم سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کوهسار و راغ آفریدی خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم که از زهر نوشته سازم من آنم که از سنگ آئینه سازم
نوای عشق را ساز است آدم گشاید راز و خود راز است آدم
جهان او آفرید این خوبتر ساخت مگر با ایزد انباز است آدم؟

کجا نوری که غیر از قاصدی چیزی نمی دارد

کجا خاکی که در آغوش دارد دو جهانی را

فروع آدم خاکی ز تازه کاری هاست مه و ستاره می کنند آنچه پیش ازین کردند
حرف اني جاعل تقدیر او از زمین تا آسمان تفسیر او
من چه گویم از یم بی ساحلش

غرق اعصار و دهور اندر دلش

آنچه در آدم بگنجد عالم است آنچه در عالم نگنجد آدم است
گرچه کم تسبیح و خونریزاست او روز گاران را چون سهمیز است او
داغها شوید ز دامان وجود بی نگاه او جهان کور و کبد

زبور عجم کی ایک لازوال غزل جسے اقبال نے جاوید نامہ میں بھی

جگہ دی ہے، قوائی انسانی کا قصیدہ ہے - مطلع ہے :

فروع مشک خاک از نوریان افزون شود روزی

زمیں از کوکب تقدیر او گردون شود روزی

”انسان“ کے عنوان سے ایک دلچسپ نظم میں اقبال نے انسان اور

دیگر مخلوقات کے موازنہ کے بعد فرمایا ہے :

تسلیم کی خو گر ہے جو چیز ہے دنیا میں
انسان کی ہر قوت سرگرم تقاضا ہے
چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستان کی
یہ ہستی دانا ہے، بینا ہے، توانا ہے (۱۵)

اقبال کے ہاں ایک نادر و بدیع مضمون یہ ہے کہ خالق کائنات خود
انسان کی قوتوں کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور اپنی اس مخلوق کے غیر معمولی
کارناموں کا ناقد و مبصر ہے۔ جس طرح مخلوق دیدار باری کی متمنی ہے اسی
طرح ذات اقدس خود انسانوں، خصوصاً صاحبان خودی سے ملنے کی آرزو مند ہے۔
اقبال نے یہ مضامین اپنی پسندیدہ تصنیف زبور عجم (۱۶) میں بیان فرمائے ہیں
اور اگرچہ مولانا عبدالرحمن جامی (م ۵۸۹۸ھ) نے اپنی مشتوی "یوسف و زلیخا"
کی تمہید میں خالق و مخلوقات کی محبت و اتصال کے بیان میں یہی اسلوب
اختیار کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہاں اقبال کے اشعار کا لب و لہجہ
اور زور بیان مقود ہے۔

ای خدای مهر و مہ خاک پریشانی نگر
ذره ای در خود فرو پچد بیابانی نگر
خاک ما خیزد کہ سازد آسمان دیگری
ذرهی ناچیز و تعمیر بیابانی نگر
چنان بزی کہ اگر مرگ ماست مرگ دوام
خدا زکردا خود شرمدار تر گردد
ما از خدای گم شده ایم او بجستجو ست
چون ما نیازمند و گرفتار آرزو ست
گاہی به برگ لالہ نویسد پیام خویش

(۱۵) بانگدرا، ص ۱۹۷ -

(۱۶) اگر ہو ذوق تخلوت میں پڑھ زبور عجم فغان نیم شبی ہے نوائے راز نہیں (بالجبریل ۹۰)

گاهی درون سینه مرغان به ها و هوست

هنگامه بست از پنی دیدار خاکشی

نظاره را بهانه تماشای رنگ و بوست

در خاکدان ما گهر زندگی گم است

این گوهری که گم شده مائیم یا که اوست؟

معراج نبوی عظمت انسانیت کا ایک ذیشان واقعہ ہے۔ انسان کامل نے عالم بالا میں گذر فرمایا اور جلوہ ہائی صفات سے گذرتے ہوئے وراء الوراء میں ذات کی قربت پائی۔ اقبال کو اس مہتم بالشان واقعہ سے بغایت دلچسپی تھی، فرماتے ہیں :

زندگی خود را بخوبیش آراستن بروجود خود شہادت خواستن
بر مقام خود رسیدن زندگی است ذات را بی پرده دیدن زندگی است
از شعور است اینکہ گوئی نزد و دور

چیست معراج؟ انقلاب اندر شعور (۱۷)

اسی واقعہ کے پرتو میں اقبال نے عالم افلاؤ کی تغییلی (۱۸) سیاحتیں فرمائی ہیں۔ زبور عجم کی ایک غزل (ص ۱۲۱) کے مندرجہ ذیل دو شعر جاوید نامہ کی پہلی اشاعت کا سر آغاز بنے تھے :

خيال من به تماشای آسمان بود است

بدوش ماه و پاگوش کمکشان بود است

گمان میر کہ ہمیں خاکدان نشیمن ماست

کہ ہر ستارہ جہان است یا جہاں بود است

جاوید نامے کو معراج نامہ اقبال کہئی یا عروج نامہ انسانی۔ اس میں

(۱۷) جاوید نامہ، ص ۱۳ - ۱۴ - ۲۰

(۱۸) جاوید نامہ ۷۷ علاوه ملاحظہ ہو یا نگہ درا، ص ۹۶

عظمت انسانی کا بیان ملتا ہے اور یہ بیان معراج نبوی کے واقعہ سے منور نظر آتا ہے۔ اس عدیم النظر واقعہ کے بارے میں اقبال کے متدرجہ ذیل اشعار احترام انسانیت اور علو آدمیت کے مظہر ہیں کہ:

رو یک گام ہے ہمت کے لئے عرش برین
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات
سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
ناوک ہے مسلمان، ہدف اسکا ہے ثریا
ہے سر سرا پرددہ جان نکٹہ معراج (۱۹)

اقبال خودی و خودشناسی کی تعلیمات کے علمبردار تھے۔ خود شناسوں کی توصیف و تمجید کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں خود فراموشوں پر سخت انتقادات بھی ملتے ہیں مثلاً:

یہی آدم ہے سلطان بحر و بر کا کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا
نہ خود ہیں، نے خدایں، نے جہاں ہیں
یہی شہ کار ہے تیرے ہنر کا؟

ہے و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا
وہ مشت خاک ابھی آوارگان راہ میں ہے

منکر حق نزد ملا کافرست منکر خود نزد من کافر تر است
آن بانکار وجود آمد 'عجول'، این عجول، وهم 'ظلم'، وهم 'جهول' (۲۰)
اس کے باوجود وہ عام انسانوں کے احترام کا پرزوں درس دیتے رہے۔ اس سے نظیر اکبر آبادی کے "آدمی نامہ" کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ وہ ان صوفیوں

(۱۹) بانگدراء، ص ۲۸۱ بال جبریل ۳۳۳ اور ضرب کلیم، ص ۹

(۲۰) جاوید نامہ، ص ۲۳۹

اور ملاؤں کے بھی ناقد ہیں جو انسانوں سے تو بے رخی برتنے ہیں مگر خدا شناسی اور عرفان مایی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

مقام آدم خاکی نہاد دریابند مسافران حرم را خدا دهد توفیق

بآدمی نرسیدی خدا چہ می جوئی؟

ز خود گریخته ای آشنا چہ می جوئی؟

عجب نہیں کہ خدا تک تیری رسائی ہو

تیری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا (۲۱)

اقبال کی ایک بیہ نظریہ نظم :

نظم "تسخیر فطرت"، میں میلاد آدم، انکار ابلیس، اغواۓ آدم، هبوط آدم اور قبول اذابت کے پانچ ذیلی عنوان ہیں۔ یہ نظم اور "روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے" (۲۲) آدم خلیفۃ اللہ فی الارض اور مسخر کائنات کے اوصاف و مناقب اور اس کے احوال و واردات کی حاکی ہے۔ "میلاد آدم" کے پانچ شعر قصيدة آدم ہیں اور اس نظم کے مندرجہ ذیل شعر پر ڈاکٹر احمد علی رجائی نے ایک سببتوں مقالہ لکھا اور اسے خودی و یہودی کی تعلیمات پر (۲۳) علامت قرار دیا ہے۔

فطرت آشفت کہ از خاک جہان مجبور

خود گری خود شکنی خود نگری پیدا شد

یہ لازوال نظم خصوصی مطالعہ کی مقاضی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے

(۲۱) پیام مشرق، ص ۷۹ تا ۱۰۰

(۲۲) بال جبریل، ص ۱۴۸ / ۱۴۹

(۲۳) ملاحظہ ہو، میرا ترجمہ کردہ مضمون ماه نامہ المعارف لاہور، اپریل ۱۹۷۲ ع

کہ : اولاد آدم کائنات کی اہم ترین مخلوق ہے، کائنات عالم انسانیت کی خاطر مسخر و مطیع ہے، آدم کا ہبوط در حقیقت اس کا عروج و صعود ہے، کیونکہ 'سوختن ناقوم' سے 'حیات دوام، حاصل ہوتی ہے، مخالف اور شر آبیز قوتون کی نبرد آزمائی سے آدم کو عروج و کمال ملتا ہے اور دنیا قوانین آدم کی کسوٹی ہے۔

سب انسانوں کی تکریم و تعریم :

اقبال بے شک حکیم الاست، شاعر اسلام اور شاعر مشرق ہیں مگر وہ شاعر عالم بھی ہیں - جیسا کہ ہم نے اپنی گفتگو کی ابتداء میں عرض کیا، اقبال کی تعلیمات سے ان کی آفاقت ظاہر ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی انسان دوستی اور سب سے ہمدردی کی سارے جهان میں قدر کی جاتی ہے۔ مثنوی اسرار خودی کی تمہید میں آپ فرماتے ہیں :

بہر انسان چشم من شبها گریست تا دریدم پردة اسرار زیست

اقبال نے غیر مسلم افراد کی خوبیوں کا نہایت فراخندی سے اعتراف کیا ہے - سوامی رام تیرته پر اپنی نظم میں اقبال فرماتے ہیں :

نفی هستی اک کرشمہ ہے دل آگہ کا

لا کے دریا میں نہان موتی ہے الا اللہ کا (۲۸)

مثنوی اسرار خودی میں آپ نے شیخ و برہمن کی حکایت موسوم بہ مکالمه ہمالہ و گنگا میں مخدوم حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش کی زیانی مر و کے خطرے کے ایک غیر مسلم نوجوان کو ایک ایسی نصیحت کرنے کا ذکر کیا ہے جس میں اپنے اپنے مذہب کے مطابق اپنی اپنی شخصیت تعییر کرنے کی ہدایت ہے :

گر ز جمعیت حیات ملت است کفر هم سرمایہ جمعیت است

من نگویم از بتان بیزار شو کافری؟ شایستہ۔ زنار شو
 بال جبریل میں آپ نے نپولین بونا پارٹ کے جوش کردار اور رسولیتی
 کے ندرت عمل کی توصیف کی ہے۔ (۲۰) - آپ کی شاہکار تالیف جاوید نامہ
 میں غیر مسلمان کرداروں کی خوبیوں کا مطالعہ کرنا ہو تو رام چندر جی کے
 استاد و شوامتر (جہاں دوست) ٹالسٹائی قرۃ العین باید، نطیش اور بہتری ہری
 کا ذکر دیکھئے۔ زرتشت اور گوتم بدھ کا ذکر بطور انبیاء کے کیا گیا ہے اور
 ان کی خاطر خاص طواہیں قائم کئے گئے ہیں۔ اقبال نے زرتشت اور گوتم سے
 جو تعلیمات منسوب کی ہیں ان کی بعض باتوں میں روایتی اور بے تعصی
 کی روح کا فرمایا ہے مثلاً یہ شعر گوتم کی تعلیمات کی نقیض ہے :

از خود اندیش و ازین بادیه ترسان مکذر

کہ تو ہستی و وجود دو جہاں چیزی نیست

اور یہی حال زرتشت کی تلقین خودی کا ہے مگر اقبال نے یہ اوصاف
 مذکورہ حضرات کے ساتھ منسوب کر دئے ہیں۔ جاوید نامہ کا آخری باب "اندرز
 ہائے اقبال" پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے مسلمانوں کی نئی نسل کو مذہب و
 ملت سے بالا تر ہو کر، انسانیت کے احترام و تادیب اور حسن اخلاق کی تعلیم
 دی اور ان کی یہ تعلیم اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اور سیرت رسول اکرم ص
 سے مستفاد ہے کہ :

انتہایش عشق و آغازش ادب	دین سرا پا سوختن اندر طلب
بی ادب بی رنگ و بوئی آبروست	آبروی گل زنگ و بوئی اوست
کافر و مومن ہمہ خلق خداست	حرف بد را برلب آوردن خطاست
با خبر شو از مقام آدمی	آدمیت احترام آدمی
بر طریق دوستی گئی بن	آدمی از ربط و ضبط تن به تن
می شود بر کافر و مومن شفیق	بندہ عشق از خدا گیرد طریق
دل اگر بگریزد از دل وای دل	کفر و دین را گیر در پہنای دل
این ہمہ آفاق آفاق دل است	گرچہ دل زند ای آب و گل است